«ہم و ہمسائے: مدد تھی مہمان، ننگے سر، ہمارے مسلمان ہمسائے ۔ ہمیں اور ہمسائے کو بھی ہوتی ہے ضرورت»

(خصوصی رپورٹ: ثمینہ کاظمی)

کوہ نما بستی ریشم کوٹ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ یہاں کے 412 گھروں میں 3 مسجدیں، 1 مندر اور 1 گوردوارہ ہے۔ برسوں تک یہ فاصلے صرف نقشے پر دکھائی دیتے تھے۔ لیکن 14 مئی کی صبح جب بستی کے بزرگ اپنے اپنے دروازے کھولنے لگے تو پہلی بار ایک دوسرے کے دروازے پر دستک دینے پہنچے۔ یہ رپورٹ اسی ملاقات کی کہانی ہے۔

ریشم کوٹ کا مغربی کنارہ

ریشم کوٹ کا مغربی کنارہ تین محلوں پر مشتمل ہے: اوپر والا محلہ، درمیانی محلہ اور نشیبی محلہ۔ تینوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، لیکن ہر محلے میں ہندو اور سکھ خاندان بھی رہتے ہیں۔ مندر نشیبی محلے میں ہے اور گوردوارہ درمیانی محلے میں۔ مسجدیں تینوں محلوں میں ہیں۔ یہاں کے بچے ایک ہی پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں جو مندر کے ساتھ والے کمروں میں چلتا ہے۔ اسکول میں 186 بچے ہیں اور 9 استاد ہیں۔

بستی کے بزرگ بتاتے ہیں کہ پچھلے برس تک صورت یہ تھی کہ تہوار آتے تھے اور گزر جاتے تھے، کوئی ایک دوسرے کے دروازے پر نہیں جاتا تھا۔ مندر کے پجاری پنڈت رام داس کے مطابق پچھلے برس دیوالی پر صرف 23 گھر مندر آئے تھے۔ اسی برس ربیع الاول کے جلوس میں مسجد کے سامنے سے گزرنے والے لوگوں کی تعداد 31 تھی۔ یہ اعداد بستی کے رجسٹر میں درج ہیں۔

پہل کس نے کی

اس تبدیلی کی پہل مسجد کے امام مولانا عبدالرحمٰن قریشی نے کی۔ انہوں نے جمعے کے خطبے میں کہا کہ پڑوسی کا حق نماز میں یاد رکھا جاتا ہے تو عید میں بھول جانا کیسا ہے۔ اگلے دن وہ اپنے محلے کے 17 گھروں کے دروازے پر گئے۔ ان کے ساتھ مندر کے پجاری اور گوردوارے کے گرنتھی بھی تھے۔ یہ منظر بستی کے بزرگوں کے لیے نیا تھا۔ کئی گھروں میں چائے پیش کی گئی اور مٹھائی بانٹی گئی۔

اگلے ہفتے یہ سلسلہ رکا نہیں۔ مسجد کمیٹی نے طے کیا کہ ہر جمعرات کو ایک محلہ دوسرے محلے کے گھروں کا دورہ کرے گا۔ پہلی جمعرات کو مندر کے 11 گھر مسجد آئے۔ دوسری جمعرات کو 14 گھر مندر گئے۔ تیسری جمعرات کو گوردوارے کے 9 گھر مسجد اور مندر دونوں جگہوں پر گئے۔ یہ ترتیب اب تین مہینے سے چل رہی ہے۔

دسترخوان پر کیا ہوا

دسترخوان پر کھانا الگ الگ پکا۔ مسجد کی کمیٹی نے طے کیا کہ گوشت والا کھانا مندر والے گھروں میں نہیں بھیجا جائے گا۔ مندر کی کمیٹی نے طے کیا کہ مسجد والے گھروں میں پھل اور مٹھائی بھیجی جائے گی۔ یہ فیصلے کسی تحریر میں نہیں تھے، زبانی طے ہوئے اور سب نے مانے۔ بستی کے ایک دکاندار نے بتایا کہ اس دن کسی گھر میں برتن نہیں بدلے گئے، صرف احتیاط کی گئی۔

اس ملاقات میں بچوں کا کردار سب سے زیادہ تھا۔ چوتھی جماعت کی طالبہ عائشہ نے اپنی سہیلی لتا کے گھر کا راستہ پوچھا اور ساتھ گئی۔ لتا کی ماں نے کہا کہ پہلے وہ ڈرتی تھی کہ بیٹی کو کوئی کچھ نہ کہہ دے، اب وہ کہتی ہے کہ بیٹی کو ساتھ بھیجنا اچھا لگا۔ یہ جملہ بستی میں کئی جگہ دہرایا گیا۔

رکاوٹیں جو باقی ہیں

سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا۔ مندر کے پجاری کو اپنے گھر میں کچھ لوگوں کی طرف سے طعنے سننے پڑے۔ مسجد کے ایک بزرگ نے کہا کہ کچھ نوجوان اس ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔ یہ رکاوٹ کسی تحریر میں نہیں، لیکن موجود ہے۔ کمیٹی نے طے کیا کہ یہ بات کھلے میں کہی جائے گی اور چھپ کر نہیں سنی جائے گی۔

اگلا مرحلہ 28 مئی کو مقرر ہوا۔ اس دن محلہ وار ملاقات کے بعد تینوں محلوں کے لوگ ریشم کوٹ کے نشیبی چوک میں جمع ہوں گے۔ وہاں مشترکہ دسترخوان لگے گا۔ کمیٹی نے اندازہ لگایا ہے کہ 300 کے قریب لوگ آئیں گے۔ یہ اندازہ بستی کے رجسٹر میں درج ہے۔ اگر یہ تعداد پوری ہوئی تو یہ پچھلے برس کی تعداد سے 13 گنا زیادہ ہوگا۔

ہمسائے کے حقوق: مدد تھی مہمان، ننگے سر، ہمارے مسلمان ہمسائے

□ **مسلمہ شہری رہنما ہمسائے کے حقوق پر لکھتے ہیں**

ہمسائے کے حقوق کا مسئلہ ہمیشہ سے ہر معاشرے میں موجود رہا ہے۔ ہمارے دین میں پڑوسی کے حقوق پر جتنی تاکید کی گئی ہے، شاید ہی کسی اور رشتے پر اتنی تاکید ہو۔ لیکن آج کے شہر میں ہم اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ دیوار کے پار رہنے والا انسان بھی ہمارا ہمسایہ ہے۔ یہ تحریر اسی بھولے ہوئے حق کی یاد دہانی ہے۔

پڑوسی کا حق صرف یہ نہیں کہ اس کا مال نہ چرایا جائے یا اس کا گھر نہ اجاڑا جائے۔ اس کا حق یہ بھی ہے کہ اس کی عید پر اس کے بچے کا دل نہ ٹوٹے، اس کی بیمار ماں کی خیریت پوچھی جائے، اور اگر وہ مدد مانگے تو اپنی استطاعت کے مطابق مدد کی جائے۔ یہ حق کسی قانون کی کتاب میں لکھا ہو یا نہ ہو، دلوں میں لکھا ہوا ہے۔

مدد تھی مہمان، ننگے سر

مدد تھی مہمان، ننگے سر ہمارے مسلمان ہمسائے کے ساتھ ایک ہی محلے میں رہتے ہیں۔ ان کے بچے ہمارے بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلتے ہیں۔ ان کی عورتیں ہمارے گھروں میں آتی جاتی ہیں۔ ایسے میں ایک سوال بار بار سامنے آتا ہے: ہم ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں؟ جواب سادہ ہے: جیسا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا جائے۔

مہمان کا احترام اس کے مذہب سے قطع نظر ایک اخلاقی قدر ہے۔ جب وہ ننگے سر آتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمارے گھر کا احترام نہیں کرتا، اکثر وہ اپنی روایت کے مطابق عزت دکھا رہا ہوتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس کی نیت پر شک نہ کریں۔ ایک چائے، ایک سلام، ایک مسکراہٹ اس رشتے کو بدل دیتی ہے۔

ہمسائے کا حق

ہمسائے کا حق صرف تہوار کا حق نہیں۔ بیماری میں، بیوگی میں، قرض میں، رشتے کی تلاش میں ہمسائے کا حق ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے ہمسائے کو بھول جائیں تو ہم اپنے محلے کو بھول جاتے ہیں۔ محلہ ایک اکائی ہے اور اکائی کا ٹوٹنا سب کا نقصان ہے۔ یہ نقصان دکھائی نہیں دیتا، لیکن محسوس ہوتا ہے۔

اس تحریر کا مقصد کسی مذہب کو برتر یا کمتر دکھانا نہیں۔ مقصد صرف یہ یاد دلانا ہے کہ ہمارے محلے میں رہنے والے انسان ہمارے ہمسائے ہیں اور ہمسائے کا حق ادا کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہر گھر ایک قدم اٹھائے تو محلے کا ماحول بدل جاتا ہے۔ یہ قدم کتنا چھوٹا ہو، اثر بڑا ہوتا ہے۔

«ہم و ہمسائے: مدد تھی مہمان، ننگے سر، ہمارے مسلمان ہمسائے ۔ ہمیں اور ہمسائے کو بھی ہوتی ہے ضرورت»

(خصوصی رپورٹ: ثمینہ کاظمی)

شہر کے شمال میں واقع ریشم کوٹ کے مغربی کنارے پر 412 گھروں کی ایک بستی میں پچھلے برس تک یہ حال تھا کہ مسجد کے امام، مندر کے پجاری اور گوردوارے کے گرنتھی ایک ہی گلی میں رہتے تھے اور ایک دوسرے کے دروازے پر دستک دینے کا رواج نہیں تھا۔ 14 مئی کی صبح یہ منظر بدلا۔ یہ رپورٹ اسی ملاقات کی کہانی ہے۔

ریشم کوٹ کا مغربی کنارہ

ریشم کوٹ کا مغربی کنارہ تین محلوں پر مشتمل ہے: اوپر والا محلہ، درمیانی محلہ اور نشیبی محلہ۔ تینوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں، لیکن ہر محلے میں ہندو اور سکھ خاندان بھی رہتے ہیں۔ مندر نشیبی محلے میں ہے اور گوردوارہ درمیانی محلے میں۔ مسجدیں تینوں محلوں میں ہیں۔ یہاں کے بچے ایک ہی پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں جو مندر کے ساتھ والے کمروں میں چلتا ہے۔ اسکول میں 186 بچے ہیں اور 9 استاد ہیں۔

بستی کے بزرگ بتاتے ہیں کہ پچھلے برس تک صورت یہ تھی کہ تہوار آتے تھے اور گزر جاتے تھے، کوئی ایک دوسرے کے دروازے پر نہیں جاتا تھا۔ مندر کے پجاری پنڈت رام داس کے مطابق پچھلے برس دیوالی پر صرف 23 گھر مندر آئے تھے۔ اسی برس ربیع الاول کے جلوس میں مسجد کے سامنے سے گزرنے والے لوگوں کی تعداد 31 تھی۔ یہ اعداد بستی کے رجسٹر میں درج ہیں۔

پہل کس نے کی

اس تبدیلی کی پہل مسجد کے امام مولانا عبدالرحمٰن قریشی نے کی۔ انہوں نے جمعے کے خطبے میں کہا کہ پڑوسی کا حق نماز میں یاد رکھا جاتا ہے تو عید میں بھول جانا کیسا ہے۔ اگلے دن وہ اپنے محلے کے 17 گھروں کے دروازے پر گئے۔ ان کے ساتھ مندر کے پجاری اور گوردوارے کے گرنتھی بھی تھے۔ یہ منظر بستی کے بزرگوں کے لیے نیا تھا۔ کئی گھروں میں چائے پیش کی گئی اور مٹھائی بانٹی گئی۔

اگلے ہفتے یہ سلسلہ رکا نہیں۔ مسجد کمیٹی نے طے کیا کہ ہر جمعرات کو ایک محلہ دوسرے محلے کے گھروں کا دورہ کرے گا۔ پہلی جمعرات کو مندر کے 11 گھر مسجد آئے۔ دوسری جمعرات کو 14 گھر مندر گئے۔ تیسری جمعرات کو گوردوارے کے 9 گھر مسجد اور مندر دونوں جگہوں پر گئے۔ یہ ترتیب اب تین مہینے سے چل رہی ہے۔

دسترخوان پر کیا ہوا

دسترخوان پر کھانا الگ الگ پکا۔ مسجد کی کمیٹی نے طے کیا کہ گوشت والا کھانا مندر والے گھروں میں نہیں بھیجا جائے گا۔ مندر کی کمیٹی نے طے کیا کہ مسجد والے گھروں میں پھل اور مٹھائی بھیجی جائے گی۔ یہ فیصلے کسی تحریر میں نہیں تھے، زبانی طے ہوئے اور سب نے مانے۔ بستی کے ایک دکاندار نے بتایا کہ اس دن کسی گھر میں برتن نہیں بدلے گئے، صرف احتیاط کی گئی۔

اس ملاقات میں بچوں کا کردار سب سے زیادہ تھا۔ چوتھی جماعت کی طالبہ عائشہ نے اپنی سہیلی لتا کے گھر کا راستہ پوچھا اور ساتھ گئی۔ لتا کی ماں نے کہا کہ پہلے وہ ڈرتی تھی کہ بیٹی کو کوئی کچھ نہ کہہ دے، اب وہ کہتی ہے کہ بیٹی کو ساتھ بھیجنا اچھا لگا۔ یہ جملہ بستی میں کئی جگہ دہرایا گیا۔

رکاوٹیں جو باقی ہیں

سب کچھ ٹھیک نہیں ہوا۔ مندر کے پجاری کو اپنے گھر میں کچھ لوگوں کی طرف سے طعنے سننے پڑے۔ مسجد کے ایک بزرگ نے کہا کہ کچھ نوجوان اس ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔ یہ رکاوٹ کسی تحریر میں نہیں، لیکن موجود ہے۔ کمیٹی نے طے کیا کہ یہ بات کھلے میں کہی جائے گی اور چھپ کر نہیں سنی جائے گی۔

اگلا مرحلہ 28 مئی کو مقرر ہوا۔ اس دن محلہ وار ملاقات کے بعد تینوں محلوں کے لوگ ریشم کوٹ کے نشیبی چوک میں جمع ہوں گے۔ وہاں مشترکہ دسترخوان لگے گا۔ کمیٹی نے اندازہ لگایا ہے کہ 300 کے قریب لوگ آئیں گے۔ یہ اندازہ بستی کے رجسٹر میں درج ہے۔ اگر یہ تعداد پوری ہوئی تو یہ پچھلے برس کی تعداد سے 13 گنا زیادہ ہوگا۔

(مدد تھی مہمان، ننگے سر، ہمارے مسلمان ہمسائے)